ڈاکٹر سرور اکبر آبادی
صدر شعبہ ار دو گورنمنٹ اسلامیہ کالج کراچی

# فلسفہ حج اور فضیلت و اہمیّت

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دینِ فطرت ہے، اسلام کے لیے فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ "بے شک خدا کے نزدیک اصل دین اسلام ہی ہے۔" اسلام کے لغوی معنیٰ اطاعت و فرمانبرداری، امن و آشتی اور عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کے ہیں۔ یہ دین ایسا دین ہے جو ہماری روزمرہ کی زندگی کے لیے ایک ایسا سائنسی حل (SCIENTIFIC SOLUTION) پیش کرتا ہے جس سے ہمارے تمام مصائب و نوائب اور مسائل و مشکلات حل ہو سکتے ہیں۔ یہ ہماری تہذیبی و تمدّنی زندگی کے لیے بھی وہ تمام راہیں استوار کر دیتا ہے جو ہمیں عروج و ارتقا، فروغ و بقا اور ترقی و ترفہ کی اعلیٰ و ارفع منازل پر فائز کر سکتی ہیں۔

اسلام کا ظہور انسانیت کے لیے اور خصوصیت سے تعلیم و تعلم اور تہذیب و تمدّن کو عروج و کمال تک پہنچانے کے لیے نہایت ہی خوش آئند ثابت ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دنیا میں جہالت و بربریت اور ضلالت و گمراہی کا دور دورہ تھا، جب اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا اظہار کرنا مقصود ہوا تو اس نے ایک اُمّی کے ذریعہ سے ہی تمام عالم کو علمِ لدُنّی سے فیضیاب فرمایا۔ بقولِ شاعر۔ ؎

ہوا اللہ کو منظور جب اعلان وحدت کا
کیا سرسبز تپتی ریت پر پودا نبوّت کا،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسّل سے ہی ہم نے ذاتِ باری تعالیٰ کو پہچانا۔ آپؐ ہی نے ہمیں شرفِ انسانیت سے سرفراز فرمایا۔ آپؐ ہی کی آمد سے ایک ایسا انقلابِ عظیم رونما ہوا جس کی مثال بھی تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اُسی ایک اُمّی کی بدولت اہلِ عرب نے تمام علوم و فنون کا احیاء کر کے اہلِ عالم کو عروج و ارتقا کی راہیں دکھائیں۔ آپؐ کی درس گاہِ عالیہ سے جو نفوسِ قدسیہ فیضیاب و

کامیاب ہوئے انہوں نے دنیا ہی پر نہیں بلکہ دنیا والوں کے دلوں پر حکومت کر کے اُن کو مسحور و مسخر کر لیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی و روحانی تعلیمات اور سیرت و کردار کا ہی صدقہ تھا کہ دنیا کی اِن دیندار اور جامع الصفات اور مجمع الحسنات ہستیوں میں انسانی ہمدردی و دردمندی، اخوت و مساوات صبر و تحمل، عزتِ نفس، وسعت قلب و نظر اور صداقت و حق گوئی کے جوہر نمایاں ہوتے چلے گئے۔ اسلام سے قبل دنیا قوم و نسل، آقا و غلام، ادنیٰ و اعلیٰ، ذات پات اور اُونچ نیچ میں مبتلا تھی اسلام ہی نے ان برائیوں کے خلاف آوازِ حق بلند کی اور اِس دنیائے دنی کو مسکنِ امن و امان، منزلِ صلح و آشتی اور محورِ سکون و راحت بنا دیا۔ بقولِ شاعر ؎

یہ رحمت جو دنیا پہ چھائی ہوئی ہے
پئے دینِ اسلام آئی ہوئی ہے

اسلام نے انسانی اقدارِ حیات اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے جو خدمات آج سے چودہ سو سال پہلے انجام دی تھیں اور جیسا کامل و اکمل اور مکمل ضابطۂ حیات پیش کیا تھا وہ انسان کی فطرت کے عین مطابق تھا۔ آج تک کا ترقی یافتہ انسان اُس سے بہتر تو کیا اس جیسا ضابطۂ حیات بھی مرتب نہ کر سکا اسلام کا تصورِ عبادت یہ ہے کہ جن و انس کی حیاتِ مستعار کا کوئی بھی لمحہ و دقیقہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے خالی نہ ہو۔ انسان کی روحانی بالیدگی اور تقویٰ و پرہیزگاری اور وسعتِ قلب و نظر کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ اپنے شعور و ادراک اور عقل و خرد سے کام لے کر اپنے اندر صفاتِ الٰہیہ پیدا کرنے کی کوشش کرے اور جب وہ اِس کوشش میں کامیاب ہو جائے گا تو پھر اُس مقام پر فائز ہو جائے گا جہاں علامہ اقبال کے بقول عالم کچھ یوں ہوتا ہے کہ۔

ع "خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے"

لیکن ایسا اُسی وقت ممکن ہے جب اُس کا تشخص اور سیرت و کردار مکمل اسلامی سانچے میں ڈھلا ہوا ہو، وہ ارکانِ اسلام کا حد درجے پابند ہو اور صحیح معنوں میں مومن و مسلمان کہلانے کا مستحق بھی ہو۔ ارکانِ اسلام کے سلسلے میں بخاری و مسلم شریف کی یہ حدیث شریف بہت مشہور ہے۔

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدًا عبده ورسوله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

"اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر قائم ہے، اس بات کی شہادت کہ اللہ کے

سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور رسولؐ ہیں، اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

مذکورہ ارکانِ اسلام میں سے آج کے مقالے کا عنوان صرف حج بیت اللہ ہے۔ حج کے لغوی معنی تو زیارت کا قصد و ارادہ کرنے کے ہیں لیکن شریعت اسلامیہ میں اُس عبادت کو حج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس میں انسان کعبۃ اللہ کی زیارت کا ارادہ اور قصد کرکے گھر سے نکلتا ہے۔

حج بیت اللہ کی روایت بہت قدیم ہے، تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمیر کردہ "بیت المقدس" سے بھی قدیم ہے کعبۃ اللہ شریف، بیت المقدس سے تقریباً نو سو پچانوے سال قبل اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً" دو ہزار سال پہلے تعمیر ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے فرزندِ ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم و ایما سے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا اور عرب کے دور دراز علاقوں اور اطراف و جوانب سے لوگ جوق در جوق اس مقام پر "حج" کے لیے آنے لگے۔

بقول مولانا حالی ؔ ؎

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا — خلیلؑ ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیّت نے تھا جس کو تا کا — کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدا کا

"زاد المعاد" میں رقم ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ۹ھ ہجری میں حج فرض ہوا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال یہ فریضۂ حج صرف اس لیے ادا نہیں فرمایا کہ اہلِ عرب اُس وقت برہنہ ہو کر طواف کے مراسم ادا کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعہ کعبہ میں اُس سال یہ اعلان کرایا کہ۔

"آئندہ سال سے کسی بھی برہنہ شخص کو طوافِ کعبہ کی اجازت نہیں ہوگی۔"

مزید یہ کہ اہلِ عرب "حج" کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل کے بجائے اپنے آباؤ اجداد اور اسلاف کے کارناموں کو بڑے فخر و مبادرت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حج کے موقع پر یہ آیت نازل فرمائی۔

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشدّ ذکرًا (سورہ بقرہ)

ترجمہ: پھر جب مناسکِ حج ادا کر لو تو خدا کا ذکر کرو، جس طرح اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو فخریہ بیان کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔" ۱

حج کے موقع پر اہلِ عرب خانۂ کعبہ کا طواف تو کرتے تھے مگر "سعی صفا و مروہ" نہیں کیا کرتے تھے اسی بنا پر آیتِ مذکورۂ بالا نازل کی گئی۔

حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول ؐ کے سلسلے میں آپؐ کی یہ حدیث بھی ہے۔
مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہُ شَفَاعَتِیْ۔

یعنی جس نے میرے روضہ کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر فرض و واجب ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ عظیم میں صاحبِ استطاعت لوگوں کے لیے حج کا حکم صادر فرمایا ہے حج کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ یہ استطاعتیں دونوں ہی قسم کی ہونی لازمی ہیں یعنی جسمانی اور مالی، حج میں بھی انسان کا ذوق و شوق اور جذبۂ حُبِ رسول ؐ ہی کارفرما ہوتا ہے جو سچا عاشقِ رسول ؐ ہوگا وہ تو کسی نہ کسی صورت سے وصلِ حبیب خدا کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہی رہے گا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کروڑوں عشاق کو اس درِ اقدس تک رسائی نصیب ہوتی رہتی ہے مگر اُن میں "شمع رسالت ؐ" کے چند ایسے پروانے بھی ہیں جو اُن پر اپنی جان نچھاور کر کے زندۂ جاوید ہو گئے ہیں۔ اِن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفائے راشدین، اصحابِ عشرۂ مبشرہ۔ آئمہ کبار، اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور بزرگانِ دین تو خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں ہی مگر انہی ہستیوں میں سے ایک عاشقِ رسول ؐ مولوی کرامت علی شہیدیؒ بھی تھے انہوں نے بڑے ہی جذب و کیف اور سوز و گداز کے عالم میں ایک قصیدہ رقم کیا اور قصیدے کا یہ شعر تو اُن کا وظیفہ بن گیا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کی جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

اور اُن کی یہ دعا مقبول بھی ہوئی کیونکہ جب وہ بیت اللہ شریف کا طواف کر چکنے کے بعد روضۂ رسول ؐ پر حاضری کے لیے بیتاب و بے قرار تھے، اسی عالم اضطراب و اضطرار میں نعت کا یہ شعر بھی اُن کی روحِ رواں کا نغمہ بنا ہوا تھا راستے ہی میں ایک ایسا مقام آیا جہاں سے روضۂ اقدس صاف نظر آ رہا تھا بس پھر کیا تھا شمع رسالت ؐ کے اِس پروانے کی آشفتگی، شیفتگی اور رُبودگی بھی اچانک بڑھ گئی اور یہی شعر پڑھتے پڑھتے اُن کا طائرِ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ شہیدیؒ مدینہ منورہ میں ہی جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہیں اسی طرح کے عاشقانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار مثالیں ہیں جن میں سے بیشتر آپ کے علم میں بھی ہوں گی یہاں بخوفِ طوالت صرف اسی ایک

مثال پر اکتفا کر رہا ہوں ۔

حج کے موقع پر ہمیں کثرت میں بھی وحدت کا جلوہ نظر آتا ہے کیونکہ تمام مسلمانانِ عالم اس وقت ایک ہی لباس میں، ایک ہی مقام پر، ایک ہی آقا کے حضور اطاعت و فرمانبرداری کے لیے حاضر رہتے ہیں جس سے ہمارا علم الیقین بھی عین الیقین میں ہی نہیں بلکہ حق الیقین میں بدل جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں واحد و یکتا اور ایک ہے، اسی طرح اُس کے دین پر ایمان و ایقان رکھنے والے بھی ایک ہیں، اُن کا محور و مرکز بھی ایک ہے۔ ان کا مقصد و منشا بھی ایک ہے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے بھی کیا خوب فرمایا ہے ؎

ایک ہی سب کا نبیؐ ، دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک

حج بیت اللہ شریف ایک جامع العبادات رکنِ اسلام ہے کیونکہ اس میں توحید و رسالتؐ کی گواہی دینے کے پہلو بہ پہلو انسان دل سے تصدیق بھی کرتا اور زبان سے اقرار بھی کرتا ہے۔ نماز اس اعتبار سے کہ دورانِ حج طواف کے وقت ہر ایک کے لب پر ایک ہی صدا لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك کے الفاظ ہوتے ہیں یہ وہ موقع ہوتا ہے جب قلب و روح اور فکر و نظر میں یادِ الٰہی کے سوا کوئی اور دوسری بات ہوتی ہی نہیں۔ زکوٰۃ راہِ خدا میں مال و دولت خرچ کرنے کا نام ہے۔ ہر زائرِ حرم پر قربانی کرنا بھی فرض ہے، اس طرح یہ عبادت بھی حج میں ادا ہو جاتی ہے حج میں روزہ کی روح تو کارفرما ہوتی ہی ہے کیونکہ مقصد و منشائے حج تزکیۂ نفس، تقویٰ اور تقدیسِ روح ہی ہوتا ہے۔ یہ سب عبادات اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیبؐ کی خوشنودی کے حصول اور اُس کی رضاجوئی کے لیے ادا کی جاتی ہیں۔

بقول پروفیسر سیّد عطا اللہ حسینی ۔

"حج کا ہر عمل خیر کی روح ہے، یہ توبہ بھی ہے، استغفار بھی، تقویٰ بھی ہے۔ اور طہارت بھی، عاجزی بھی ہے اور انکساری بھی، حقوق اللہ کی ادائیگی بھی ہے اور حقوق العباد کی حفاظت بھی، ترکِ آرام بھی ہے اور بھاگ دوڑ بھی، ملتِ اسلامیہ کا اتحاد بھی ہے اور ایک عالمی کانفرنس بھی، صبر و ضبط بھی ہے اور شکرِ نعمت بھی، تضرع بھی ہے اور مناجات بھی، محبتِ الٰہی بھی ہے اور عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔"

اسی طرح علامہ محمد یوسف بنوری بھی حج کے سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

وہ نماز اور خصوصاً باجماعت نماز اور اذان و اقامت میں وقت کی پابندی کے ذریعہ امت محمدیہ میں ایک خاص ربط و ضبط اور نظم و نسق کے ساتھ کیسے کیسے فوائد و برکات کا نظام قائم کیا گیا ہے۔ روزہ میں ضبطِ نفس اور پاکیزگیٔ روح کی کیسی نتیجہ خیز اور اثر انگیز تدبیریں کارفرما ہیں۔ زکوٰۃ میں فقراء و غربا اور محتاجوں و مساکین کی حاجات و ضروریات کی تکمیل کے لیے کیسا عجیب و غریب نظم پیدا کیا گیا ہے۔ اسی طرح حج بیت اللہ میں بھی اصلاحِ نفس اور اجتماعی تعاون کی تدبیریں، تربیتِ خلائق اور ہدایت عالم کی مصلحتیں مضمر ہیں۔ تعظیم شعائر اللہ اور تجلیات الٰہیہ کے مرکز بیت اللہ کے طواف میں مشاعر مقدسہ کی تعظیم و تقدیس اور عرفات کے روح پرور اجتماع میں اسرار و حکم کے جو رموز ہیں اُن کے غور و فکر میں عقل حیران ہے۔“

کعبۃ اللہ کی اہمیت و افادیت اور عظمت و فضیلت کے سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے کہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ کے دو برگزیدہ پیغمبروں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ اسی کعبۃ اللہ کے متعلق اللہ تعالیٰ خود سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے

وَاذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی (البقرہ ۱۲۵)

ترجمہ: ”اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور حکم دیا کہ ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔“

اللہ تعالیٰ کے اس عظیم گھر کی تعمیر کرتے وقت ان دونوں پیغمبرانِ کرام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جو دعا فرمائی اس کا ترجمہ یہ ہے۔

”اے ہمارے رب ہمارے اس عمل کو قبول فرما، بیشک تو سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے، مالک ہمیں اپنا سچا فرماں بردار بنا دے اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسا گروہ پیدا کر دے جو تیرا فرمانبردار ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتلا اور ہم پر نظر کرم رکھ، بے شک تو نظرِ کرم فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۸)

کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام یہیں آباد ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی نوید کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبول بخشا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ولادتِ باسعادت اسی سرزمین عرب میں ہوئی اللہ تعالیٰ نے اسی کو مسلمانوں کا قبلہ و کعبہ اور محور و مرکز قرار دیا اور مسلمانانِ عالم کو اسی کی سمت منہ کر کے

ادائیگی نماز کا حکم فرمایا۔

مناسک ومراسم حج کو اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس کی ایک ایک رسم سے اطاعت وفرمانبرداری اور عبودیت وبندگیٔ حق تعالیٰ کا جو درس عظیم ملتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت خدائے واحد کی وحدانیت وحقانیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیاں ووفا شعاریاں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

غرض یہ کہ اصلاحِ نفس، تزکیۂ باطن، بالیدگیٔ روح اور تعمیر سیرت وکردار کے لیے حج بیت اللہ کی اہمیت وافادیت اور عظمت وفضیلت مسلم ہے۔ "حج" ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کی انفرادی واجتماعی، دنیوی وآخروی دونوں ہی زندگیوں کے لیے باعثِ سعادت وبرکت اور رحمت ورافت ہے۔ یہ بندے کو اُس کے آقا کے حضور بہ صد عجز ونیاز وعقیدت ومحبت سر تسلیم خم کرنے کی تعلیم دیتا ہے اسی بات کی طرف علامہ اقبالؒ نے کس خوبصورتی سے اشارہ کیا ہے۔ ؎

بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سب ہی ایک ہوئے

---

بقیہ صـ۱۵ سے

اس پر آپ کا نام نامی تحریر ہے۔ یہ کتنی بے حرمتی اور بے ادبی ہے کہ نالی میں پڑا ہوا ہے میرے اللہ کا نام ہے جب رات کو سویا تو جاہل مطلق تھا، صبح اُٹھا تو بڑا عالم بن چکا تھا اور صبح عربی میں باتیں کرنے لگا، لوگوں نے کہا کہ کیا ہوا، تو فرمایا امسیت کردیًا واصبت عربیًا تو علم اس تواضع اور احترام وادب سے حاصل ہوتا ہے، اس علم کا تعلق ادب واحترام سے ہے۔

آخر میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ نے تمام اساتذہ وطلبہ وحاضرین وسامعین، دارالعلوم کے خدام ومتعلقین، ملک اور بیرون ملک کے معاونین ومخلصین اور عالم اسلام کے لیے دعا فرمائی۔